ISSN: 2959-2585 2959-2577	Journal of Arabic University of Karachi	Vol: 2 Issue :1 January-June 2024

URL: Journal of Arabic, University of Karachi (arabicuok.com)

عنوان المقال

A RESEARCH REVIEW OF AHLE – QIBLA, THERE DEFINITION AND THEIR PRINCIPLE OF TAKFIR

اہل قبلہ کی تعریف اور انکی تکفیر کے اصول کا ایک تحقیقی جائزہ

إعداد

*** Owais Anwar,**

** Research Scholar, Department of Usooluddin, University of Karachi*

*** Dr. Muhammad Ishaq,**

*** Assistant Professor Department of Usooluddin, University of Karachi*

*****Dr. Mahmood ul Hassan Channar,**

**** Lecturer The BNBWU Sukkur,*

A RESEARCH REVIEW OF AHLE – QIBLA, THERE DEFINITION AND THEIR PRINCIPLE OF TAKFIR

اہل قبلہ کی تعریف اور انکی تکفیر کے اصول کا ایک تحقیقی جائزہ

Owais Anwar,

Dr. Muhammad Ishaq,

Dr. Mahmood ul Hassan Channar,

ABSTRACT:

The boundaries of Belief in Allah (SWT) and Skepticism is manifest like broad day light, because the faith refers the belief by heart which is the acceptance of Islam by all Islamic principles interaction in the light of Quran, Hadiths and actions of companions of last messenger Muhammad (PBUH) while to deny these religious tenets is called Kufur.

But in the era of revolution, few of the people amalgamated oral baseless false statements and support taken by different variant hadiths in between Islam and Kufr (Skepticism) and oppressed to enter in the Islam, and delivering message that on Oral acceptances is enough to be counted as Muslim, though oral agreement/ shahadah is enough to enter in Islam but there are more conditions that he/she should not be the certain refusal of religious necessities (abide by obligations).

While, one who is the purely denier of religious necessities (obligations) without any interpretation, would be the injustice in Islam said them forcibly Muslims. Therefore, in present era of emerging arts and sciences, one of the torments is the "Ahle Qibla", in every new born conflict, who are absolutely atheist (unbelievers) so, new terminology stated them (AHLE QIBLA), hence fully understanding this issue following topics are to be discussed.

1- *Definition to AHLE QIBLA*
2- *What is meant by Necessities of Deen*
3- *Reasons to declare Ahle Qibla as disbeliever*
4- *Right decision of Ahle Sunah wa Aljamat about Ahle Qibla.*

KEYWORDS:

Ahle Qibla, Religious Necessities

تعارف: اللہ تعالی نے تمام انسانیت کو دین فطرت اور ملت اسلام پر پیدا فرمایا اور انسان کے اندر اس بات کی صلاحیت بھی رکھی جس کے ذریعہ سے وہ حق و باطل کی تمیز کر سکتا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔[1] "یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے"

مگر حالات و ماحول کی وجہ سے ان کے مزاج، رائے وسوچ میں نفسانی خیالات اور شیطانی وساوس نے اس دین فطرت پر مضبوط عقیدہ رکھنے میں رخنے ڈالنے شروع کیے اور یوں دین فطرت ایسا تبدیل کر دیا کہ حق و باطل میں امتیاز مشکل ہو گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قال رسول اللہ ﷺ مامن مولود الا یولد علی فطرۃ، فابواہ یہودانہ اوینصرانہ اویمجسانہ۔[2]

"حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں"۔

لہذا صحیح اور غلط عقائد میں فرق کے لیے انبیاء کرام کا سلسلہ جاری فرمایا اور ان پر کتابیں اور وحی نازل فرمائی۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی کوششوں سے تمام انسان ماننے والے اور انکار کرنے والے دو جماعتوں میں تقسیم ہوگئے، ایک جماعت اللہ کی ذات و صفات، اس کے رسولوں، فرشتوں، کتابوں،، تقدیر اور دوبارہ زندہ ہونے اور احکامات پر دل و زبان سے ایمان لاکر مومن کہلائی اور دوسری جماعت نے ان میں سے سب یا کسی ایک عقیدہ کا انکار کرکے دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے کہ:

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ۔[3] "وہی اللہ کے جس نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مومن"

لیکن اللہ تعالی نے اس انسان کی دائمی فلاح کا دارومدار اسلام پر رکھا اور ایک قانون بتادیا کہ:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ۔[4] "بیشک دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے"

اسی وجہ سے ایمان و کفر کے حدود روز روشن کی طرح بالکل واضح ہیں۔ کیوں کہ ایمان کا تعلق دل کے یقین کے ساتھ ہے جو اسلام کے تمام امور کو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے تعامل کے ساتھ ماننے کا نام ہے جب کہ ان عقائد کو تسلیم نہ کرنے کا نام کفر ہے۔ لیکن زمانہ کی گردش کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسلام اور کفر کے درمیان اس طرح سے ملاوٹ کی کہ جن لوگوں کا اسلام سے کوئی تعلق بھی نہیں اور جو ضروریات دین کا سرے سے منکر ہیں صرف زبانی قول کی بنیاد پر ان کو اسلام میں زبردستی داخل کرنے کوشش کی اور مختلف احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال کو سہارا بنا کر یہ پیغام دینے کی کوشش کی کہ صرف زبان ہی سے اقرار کرنے سے آدمی مسلمان شمار ہوتا ہے، اگرچہ صرف زبان سے ہی اقرار کرنے سے آدمی اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن اسلام میں داخل ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ وہ ضروریات دین کا صراحتاً انکاری نہ ہو لیکن اگر ایک آدمی صراحتاً ضروریات دین کا منکر ہو اور وہ دین کے کسی بھی امور قطعیہ کا بغیر کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسے آدمی کو زبردستی مسلمان قرار دینا دین کے ساتھ زیادتی ہے چنانچہ موجودہ

دور میں جہاں نت نئے فتنوں نے جنم لیا ان فتنوں میں سے ایک فتنہ ایسے لوگوں کا ہے جو اہل قبلہ کہلاتے ہیں لیکن ضروریات دین کے صراحتاً منکر ہیں لہٰذا یہاں سے ایک نئی اصطلاح حاصل ہوئی جس کو اہل قبلہ کہتے ہیں۔ موجودہ دور کے بعض نام نہاد محققین اور منکر حدیث بڑے شدومد کے اس بات پر مصر ہیں کہ قادیانی جو کہ کلمہ، نماز، روزہ اور اسلام کے تمام احکامات کی پابندی کرتے ہیں لہٰذا ان کو کسی طرح سے بھی کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس مسئلہ کو سمجھنے سے پہلے چند باتوں کو سمجھنا ضروری ہیں:

1: اہل قبلہ کی تعریف کیا ہے۔

2: ضروریات دین سے مراد کیا ہے۔

3: اہل قبلہ کو کافر قرار نہ دینے کی وجوہات۔

4: اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا صحیح موقف۔

اہل قبلہ کی تعریف کیا ہے:

لغوی معنی کے اعتبار سے اہل قبلہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد یہ معنی نہیں ہے کہ جو بھی آدمی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہو وہ اہل قبلہ شمار ہو گا۔

چناچہ علامہ کفویؒ اہل قبلہ کی تعریف فرماتے ہیں:

من صدق بضروریات الدین کلھا عند التفصیل۔[5] اہل قبلہ وہ ہے جو تفصیل کے ساتھ ضروریات دین کی تصدیق کرے۔

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

ومعناہ ان الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الاسلام کحدوث العالم وحشر الاجساد وما اشبہ ذلک واختلفوا فی اصول سواھا کمسالۃ الصفات والا فلا نزاع فی کفر اھل القبلۃ المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العالم بالجزئیات ونحو ذلک وکذا بصدور شیئ من موجبات الکفر عنہ۔[6]

اہل قبلہ سے مقصود وہ لوگ ہیں جو ضروریات اسلام پر متفق ہوں جیسے عالم کا حادث ہونا اور قیامت کے دن جمع ہونا اور جو ان کے مشابہ عقائد ہیں، اور ان مسائل کے علاوہ دیگر اصولوں میں اختلاف کریں جیسے مسئلہ صفات، ورنہ اہل قبلہ کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اگر کوئی اہل قبلہ میں سے پوری عمر عبادات کی پابندی بھی کرے اور اس کے باوجود عالم کے قدیم ہونے, قیامت قائم نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہ ہونے کا عقیدہ رکھے تو اس کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں اسی طرح اگر اور موجب کفر کا ارتکاب کرے۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان المراد باہل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل، فمن واظب طول العمر علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الصانع او نفی

الحشر او نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اہل القبلة وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلة عند اہل السنة انه لا یکفر مالم یوجد من امارات الکفر وعلاماته ولم یصدر عنه شئی من موجباته۔[7]

خوب سمجھ لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام عقائد پر متفق ہوں جو ضروریات دین میں سے ہوں۔ جیسے حدوثِ عالم اور قیامت وحشر ابدان اور اللہ تعالیٰ کے علم کا تمام کلیات و جزئیات پر حاوی ہونا اور اسی قسم کے دوسرے اہم عقائد، پس جو شخص تمام عمر طاعات و عبادات پر مداومت کرے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے کا معتقد ہو یا قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے کا یا حق تعالیٰ کے لیے جزئیات کے علم کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں اور یہ کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے سے مراد یہی ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو اس وقت تک کافر نہ کہیں جب تک کہ اس سے کوئی ایسی چیز صادر نہ ہو جو علامات کفر یا موجبات کفر میں سے ہے۔

ان محققین کے اقوال سے یہ بات تو بالکل واضح ہو گئی کہ صرف قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا یا زبان سے اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ ضروریات دین کا انکار کرنے والا چاہے ساری عمر عبادت کرے تب بھی وہ مسلمان نہیں ہے، اگر ان تینوں اقوال کو جائزہ لیا جائے تو ان میں ایک بات مشترک ہے کہ وہ ضروریات دین کا منکر نہ ہو لیکن اب سب سے اہم بات یہ سمجھنا ہے کہ ضروریات دین سے کیا مراد ہے۔

ضروریات دین کی تعریف:

معاذ مصطفی الخن فرماتے ہیں:

کل علم محدث لا یجوز ورود الشک علیه، ولا یمکنه معه الخروج عنه والانفصال منه وسمی ضروریا۔[8]

(ہر وہ حادث علم ہے جس میں شک واقع نہ ہو سکتا ہو، اور شک کی وجہ سے اس خروج ہو جدا ہونا ممکن نہ ہو۔)

ضروریات دین کی شرعی تعریف:

علامہ سعد الدین تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

ای فیما اشتہر کونه من الدین بحیث یعلمه العامة من غیر افتقار نظر واستدلال کوحدة الصانع ووجوب الصلوة وحرمة الخمر نحو ذلک ویکفی الاجمال فیما یلاحظ اجمالاً ویشترط التفصیل فیما یلاحظ تفصیلاً حتی لو لم یصدق بوجوب الصلاة عند السؤال عنه وبحرمة الخمر عند السؤال عنه کان کافرا وہذا ہو المشہور وعلیه الجمہور۔[9]

یعنی ضروریات دین وہ ہیں جن کا دین میں سے ہونا اس طور پر مشہور ہو کہ ہر عام شخص اسے بغیر نظر و استدلال کی حاجت کے جانتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یکتا ہونا، نماز کا فرض ہونا، اور شراب کا حرام ہونا وغیرہ اور جس میں اجمال کافی ہے اس میں اجمال کا لحاظ رکھا جائے گا اور جس میں تفصیل کا جاننا شرط ہے اس میں تفصیل کا لحاظ رکھا جائے گا یہاں تک کہ اگر اس سے نماز اور شراب کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ نماز کے فرض ہونے اور شراب کے حرام ہونے کی تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا اور یہی مشہور ہے اور جمہور کا موقف بھی ہے۔

اس بات کی مزید وضاحت علامہ ابن عابدین نے فرمائی ہے:

وصرح ایضاً بان ما کان من ضروریات الدین ،وهو ما یعرف الخواص والعوام انه من الدین کوجوب الاعتقاد التوحید والرسالۃ والصلوات الخمس واخواتها، یکفر منکره۔[10]

اور اس کی بھی تصریح کی ہے کہ ضروریات دین کیا ہیں، وہ یہ کہ جس کے بارے میں ہر خاص و عام جانتا ہو کہ یہ دین ہے جیسے توحید و رسالت کے اعتقاد اور پانچ نمازوں کا واجب ہونا اور اس جیسی دوسری چیزیں، ان کا انکار کرنے والا کافر ہو گا۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

والمراد "بالضروریات" علی ما اشتہر فی الکتب: ما علم کونه دین محمد ﷺ بالضرورة بان تواتر عنه واستفاض، وعلمته العامة، کالواحدانیة والنبوة وختمها بخاتم الانبیاء وانقطاعها بعده وهذا مما شهد الله به فی کتابه وشهدت به الکتب السابقة وشهد به نبینا ﷺ وشهد به الاموات ایضاً کزید بن الخارجه الذی تکلم بعد الموت فقال محمد رسول الله النبی الامی وخاتم النبیین لا نبی بعده۔[11]

ضروریات دین سے مراد وہ تمام قطعی اور یقینی امورِ دین مراد ہیں جن کا دین ہونا رسول ﷺ سے قطعی طور پر معلوم ہو اور حدِ تواتر و شہرتِ عام تک پہنچ چکا ہے حتیٰ کہ عوام بھی ان کو دین رسول اللہ جانتے اور مانتے ہیں، مثلاً توحید، نبوت ، خاتم الانبیاء پر نبوت کا ختم ہونا آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کا منقطع ہونا، اور اس بات پر اللہ نے اپنی کتاب میں گواہی دی، اور کتب سابقہ بھی اس پر گواہ ہیں اور اس کی گواہی ہمارے نبی ﷺ نے بھی دی اور مُردوں نے بھی اس کی گواہی دی جیسے زید بن خارجہ جنھوں نے مرنے کے بعد کلام کیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں امی نبی اور خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:

والمراد حصول العلم الضروری بثبوته عن النبی ﷺ لا کون الثابت ضروریا وهذا العلم انما یحصل بالتواتر[12]

اصل مقصود کسی حکم کے ثبوت کا بدیہی طور پر نبی کریم ﷺ سے معلوم ہونا ہے ضروری ہے ثابت شدہ حکم کا بدیہی ہونا ضروری نہیں اور یہ علم تواتر کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

خلاصہ: یہ نکلا کہ جو انسان زبانی کلمہ پڑھتا ہو لیکن ان تمام امور کا منکر ہو وہ اہل قبلہ شمار نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ضروریات دین کے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج شمار کیا جائے گا،

اس کی مزید وضاحت علامہ کفوی تحریر فرماتے ہیں:

ومختار اہل السنۃ من الفقہاء والمتکلمین عدم اکفار اہل القبلۃ من المبتدعۃ المؤولۃ فی غیر الضروریۃ لکون التاویل شبہۃ کما ھو المسطور فی اکثر المعتبرات۔ اما منکر شیئ من ضروریات الدین فلا نزاع فی اکفارہ وانما النزاع فی اکفارہ المنکر القطعی بالتاویل۔[13]

اہل سنت میں سے فقہاء و متکلمین نے اہل قبلہ میں سے وہ لوگ جو بدعتی یعنی تاویل کرنے والے ہوں لیکن ضروریات دین کے منکر نہ ہوں ان کے عدم تکفیر کے موقف کو اختیار کیا ہے کیونکہ تاویل میں ایک قسم کا شبہ پایا جاتا ہے جیسا کہ اکثر تعبیرات میں مذکور ہے۔ لیکن ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنے والے کے کفر میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف تو اس شخص کے بارے میں ہے جو قطعیات کا انکار تاویل کے ساتھ کرے۔

عبد العزیز فرہاویؒ فرماتے ہیں:

اہل القبلۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین الی قولہ فمن انکر شیئاً من الضروریات (الی قولہ) لم یکن من اہل القبلۃ ولو کان مجاھدا بالطاعات وکذلک من باشر شیئاً من امارات التکذیب کسجود الصنم ولاھانۃ بامر شرعی والا ستھزاء علیہ فلیس من اہل القبلۃ ومعنی عدم تکفیر اہل القبلۃ ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیۃ غیر المشہور ھذا ما حققہ المحققون۔[14]

متکلمین کی اصطلاح میں اہل قبلہ وہ شخص ہے جو تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے پس جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے وہ اہل قبلہ میں سے نہیں، اگرچہ عبادات واطاعات میں سے کسی چیز کا مرتکب ہو اسی طرح اگر کسی دین کے انکار کی کوئی علامات پائی گئی جیسے بت کو سجدہ کرنا یا کسی امر شرعی کی اہانت واستہزاء کرنا وہ اہل قبلہ میں سے نہیں، اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہیں اور نہ ایسے امور کے انکار کی وجہ سے کافر کہیں جو اسلام میں مشہور نہیں یعنی ضروریات دین میں سے نہیں ہوں اور یہ ہی محققین کی تحقیق ہے۔

ان تمام فقہاء کرام کے ارشادات کی روشنی میں یہ بات تو بالکل واضح ہوگئی کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور جو ضروریات دین کا منکر ہوگا وہ بالاتفاق کافر قرار دیا جائے گا صرف قبلہ کی طرف نماز پڑھنے سے کوئی آدمی اہل قبلہ نہیں ہوجاتا جب تک کہ ان امور پر ایمان نہ لائے۔

لہذا اہل کتاب کے تعین کے بعد دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ان کو کافر کیوں نہیں کہا جائے گا۔ اس سلسلہ میں بعض ملحدین اور منکر اسلام نے مختلف احادیث اور آئمہ کرام کے اقوال کو سہارا بنا کر اپنے اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان احادیث میں جو اہل قبلہ ہیں اس سے ہم مراد ہیں جو ضروریات دین کے منکر ہیں۔

اہل قبلہ کو کافر قرار نہ دینے کی وجہ:

پہلی روایت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن انس بن مالک، قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ۔[15]

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے۔ جس کے لئے اللہ اور رسول اللہ کا ذمہ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی جو ذمہ داری ہے اس میں اس کی بے حرمتی نہ کرو۔

دوسری روایت:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فاذا قالوھا وصلوا صلاتنا واستقبلوا قبلتنا واکلوا ذبیحتنا فقد حرمت علینا دماؤھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی اللہ۔[16]

مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں اور جب انہوں نے اس کا اقرار کرلیا اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی اور ہماری قربانی کھائی تو ان کا خون اور ان کا مال ہم پر حرام ہوگیا مگر یہ کہ جس کا حق بنتا ہے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

تیسری روایت:

ثلاث من اصل الایمان: الکف عمن قال لا الہ الا اللہ، ولا نکفر بذنب ولا نخرجہ من الاسلام بعمل، والجھاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر امتی الدجال لا یبطلہ جور جائر ولا عدل عادل والایمان بالاقدار۔[17]

تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں 1: لا الہ الا اللہ کہنے والے (کو کافر کہنے) سے اپنے آپ کو باز رکھنا۔ 2: ہم کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہیں کرتے نہ ہی کسی بد عملی کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے نکالتے ہیں۔ اور جہاد جاری رہے گا جس دن سے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے لڑے گا کسی بھی ظالم کا ظلم یا عادل کا عدل اسے باطل نہیں کر سکتا 3: تقدیر پر ایمان لانا۔

ان تمام روایات کو دلیل بنا کر موجودہ نام ونہاد محققین نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ اہل قبلہ (خاص کر قادیانی) کی تکفیر نہ کی جائے کیونکہ وہ اسلام کے تمام بنیادی امور پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی انسان کو کسی مسلمان کو کافر قرار دینے کا حق نہیں ہے بلکہ یہ حق تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ لیکن تیسری روایت میں غور کیا جائے تو ایک بات سامنے آتی ہے کہ تکفیر کی ممانعت گناہوں کے ساتھ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اہل سنت والجماعت اور اہل قبلہ کی تکفیر کا مسئلہ:

بعض ملحدین نے ان تمام احادیث اور امام ابو حنیفہ کا قول مشہور لا نکفِّرُ أهلَ القبلة۔ اور ان جیسے بہت سی روایات سے استدلال کیا ہے کہ اہل قبلہ کو کافر قرار نہ دیا جائے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ واقعی امام صاحب کا قول ہے اور اس قول سے امام صاحب کی کیا مراد ہے یہ جانے بغیر صرف اس قول کا سہارا لے کر بعض نام نہاد محققین نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ اہل قبلہ (جو ضروریات دین کے منکر ہیں ان) کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس بحث کے ضمن میں ان تمام دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔

دلیل نمبر1:

ملا علی قاریؒ نے منح الروض الازہر میں جمہور کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ان جمہور المتکلمین والفقہاء علی انہ لا یکفر احدا من اہل القبلۃ۔[18]

جمہور متکلمین اور فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

امام صاحب کا یہ قول منتقی کے حوالہ سے شرح مقاصد میں علامہ تفتازانیؒ نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

وفی المنتقی عن ابی حنیفۃ انہ لم یکفر احداً من اہل القبلۃ وعلیہ اکثر الفقہاء۔[19]

اور منتقی میں امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی جائے گی اور اسی پر اکثر فقہاء ہیں۔

ان اقوال کو بنیاد بنا کر بعض ملحدوں نے اس بات کو باور کرایا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک بھی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی لیکن اگر اس کی مزید وضاحت کی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس میں بذنب کی قید بھی ہے۔ اس بات کی وضاحت علامہ ابن عابدین نے فرمائی ہے کہ امام صاحب کی مراد اس قول سے یہ نہیں ہے جو ملحدین نے سمجھا ہے بلکہ اس میں بذنب کی قید بھی ہے، فرماتے ہیں

حرر العلامة نوح أفندي أن مراد الإمام بما نقل عنه ما ذكره في الفقه الأكبر من عدم التكفير بالذنب الذي هو مذهب أهل السنة والجماعة تأمل.[20]

علامہ نوح آفندی کی تحقیق یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے جو اہل قبلہ کی تکفیر کی ممانعت منقول ہے، اس سے مراد وہی ہے جو "فقہ اکبر" میں مذکور ہے کہ گناہ کی وجہ سے تکفیر نہ کی جائے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اچھی طرح سمجھ لو۔

اس عبارت میں "بذنب" کی قید موجود ہے، درحقیقت امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول (جیسا کہ علامہ نوح آفندی کی تحقیق ہے) صرف "معتزلہ" اور "خوارج" کی تردید کے لیے ہے، (کہ خوارج تو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور معتزلہ ایمان سے خارج اور مخلد فی النار کہتے ہیں لیکن ہم اہل سنت والجماعت نہ اس کو کافر کہتے ہیں نہ خارج از اسلام اور مخلد فی النار بلکہ اس کو مسلمان اور لائق مغفرت مانتے ہیں)[21]

اس لیے کہ جملہ کا انداز بتلا رہا ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ ان لوگوں پر تعریض کر رہے ہیں جو ایک مؤمن مسلمان کو بغیر کسی کفریہ قول یا فعل کے سرزد ہوئے محض کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر اور خارج از اسلام قرار دے دیتے ہیں۔

جہاں تک ملا علی قاریؒ نے جو شرح فقہ اکبر میں جمہور کا مسلک بیان کیا ہے تو اسی کتاب میں انہوں نے اہل قبلہ کی تعریف بھی بیان کی جس میں صراحتاً مذکور ہے کہ اہل قبلہ سے مراد ہر وہ آدمی جو ضروریات دین کا کسی بھی طرح سے انکار نہ کرتا ہو۔

دلیل نمبر2:

حافظ ذہبیؒ نے السیر میں ذکر فرماتے ہیں:

لما قرب حضور اجل ابی الحسن الاشعری فی داری ببغداد دعانی فاتیته فقال: اشهد علیَ انی لا اکفر احداً من اهل القبلة لان الکل یشیر الی معبود واحد وانما هو اختلاف العبارات ,قلت: وبنحو هذا ادین وکذا کان شیخنا ابن تیمیة فی آخر ایام حیاته یقول: انا لا اکفر احداً من هذه الامة یقول قال النبیﷺ (لا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن) فمن لازم الصلوات بالوضوء فهو مسلم۔[22]

جب ابو الحسن اشعریؒ کا آخری وقت قریب ہونے لگا بغداد میں میرے گھر میں تو انہوں نے مجھے بلایا تو میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: مجھ پر گواہ رہو کہ میں کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا اس لیے کہ یہ سب ایک معبود کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ تعبیرات میں اختلاف ہے، تو میں نے کہا: یہی بات دین کے زیادہ قریب ہے۔ یہی بات ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمائی تھی کہ میں اس امت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (وضو کی پابندی نہیں کرتا مگر مومن) لہٰذا جو نمازوں کا اہتمام کرتا ہے وضو کے ساتھ وہ مؤمن ہے۔

اس کے برعکس علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں صراحتاً ہر اس آدمی کی تکفیر کا فتوی دیا ہے جو ضروریات دین اور قطعیات کا منکر ہو اور اس کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی "کتاب الایمان" میں مندرجہ ذیل تصریح کے ساتھ اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں:

ونحن إذا قلنا أهل السنة متفقون على أنه لا يكفر بذنب فإنما نريد به المعاصي كالزنا۔[23]

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہا جائے تو اس گناہ سے ہماری مراد زنا و شراب خوری وغیرہ معاصی ہوتے ہیں۔

جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ آپؒ نے اپنے آخری وقت میں امت کی تکفیر سے منع فرمایا تو ان سے مراد مسلمانوں کے وہ تمام فرقے ہیں جن کے درمیان ایمان کی تعریف میں اختلاف پایا جاتا ہے یعنی (مرجئہ، معتزلہ، مشبہ وغیرہ) اور کتاب الایمان کی اس عبارت سے امام صاحب کے اس قول کی بھی وضاحت ہوتی ہے (لا نكفِّرُ أهلَ القبلة) کہ اس سے مراد گناہوں کی وجہ سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی گناہ کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کفریہ عقائد و اعمال کی وجہ سے بھی اسکو کافر نہ کہا جائے بلکہ "بذنب" کی قید سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تکفیر سے ممانعت کا حکم صرف "گناہ تک" محدود ہے اور صرف مسلمان کے لیے ہے اور کفریہ عقائد و اعمال اختیار کر لینے کے بعد تو وہ مسلمان اور اہل قبلہ میں سے نہیں رہتا۔

دلیل نمبر3:

ابن النجیم فرماتے ہیں:

اذا كان فی مسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم۔[24]

اگر کسی مسئلہ میں کئی ایک وجوہ ایسی پائی جاتی ہوں جو تکفیر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو تکفیر کو مانع ہو تو مفتی کو چاہئے کہ وہ مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے اس وجہ کی طرف مائل ہو جو تکفیر کو مانع ہو۔

اس عبارت کو اگر غور سے ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر احتمال ہو تو پھر تکفیر سے رکا جائے گا لیکن ضروریات دین کے انکار میں کسی قسم کی تاویل کا احتمال ہی نہیں ہوتا اور رہی بات اس قول کی تو خود ابن نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

لا يكفر احد من اهل القبلة الا بجحود ما ادخله فيه۔[25]

اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہا جاسکتا مگر ان ہی چیزوں کے انکار کی وجہ سے کہ جن کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہوا ہے۔

خلاصہ کلام:

خلاصہ وحاصل کلام یہ ہوا کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ ضروریاتِ دین یعنی وہ مجمع علیہ عقائد واحکام جن کا دین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونا قطعی اور یقینی ہے ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے اور منکر قطعاً کافر ہے اگر چہ وہ قبلہ سے منحرف نہ بھی ہو اور خود کو مسلمان بھی کہتا ہو۔

چند گزارشات:

1. تکفیر کے معاملہ میں نہایت احتیاط کا پہلو اختیار کرنا لازمی ہے۔
2. تکفیر کے مسئلہ میں سب سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ قائل اگر کوئی ایسی بات کہتا ہے جو بظاہر کفر معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں تاویل کا بھی احتمال ہو تو اس کی تاویل کا جائزہ لیا جائے۔
3. اہل قبلہ کی تکفیر کا جہاں تک تعلق ہے اس میں چند باتوں کا جاننا ضروری ہے
4. اہل قبلہ کی تعریف کیا ہے؟
5. ضروریات دین کی صحیح تشریح کی جائے تاکہ ابہام دور ہو جائے۔

مصادر ومراجع

---

[1] : الروم:30

[2] : البخاری محمد بن اسمٰعیل، الصحیح البخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه وهل یعرض الصبی الاسلام، الطاف اینڈ سنز کراچی، 1/364 حدیث نمبر 1359

[3] : التغابن:2

[4] : آل عمران آیت:19

[5] : الحسینی،ابو البقاء الکفوی ایوب بن موسیٰ،الکلیات،مؤسسہ الرسالۃ،1998-1419ھ،ص210

6 : تفتازانی،علامہ سعد الدین،شرح مقاصد،عالم الکتب،1419-1998ھ 5/288

[7] : محمد القاری علی بن سلطان، منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، دار البشائر الاسلامیہ، 1419ھ 1998، ص429

[8] : الحسن محمد معاذ مصطفیٰ ڈاکٹر،القطعی والظنی،دار الکلم الطیب،2007-1427ھ،ص40

[9] : شرح مقاصد 5/177 (محولہ بالا)

[10] : عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، حاشیۃ ابن عابدین، دار عالم الکتب، 1423ھ ج2ص440

[11] : کشمیری،علامہ انور شاہ،اکفار الملحدین فی ضروریات الدین،المجلس العلمی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ 1416ھ ص2

[12] : عثمانی،علامہ شبیر احمد،فتح الملہم بشرح الصحیح المسلم،دار احیاء التراث العربی،1426-2006ھ 1/405

[13] : الکلیات،1419ص765 (محولہ بالا)

[14] : الفرہاوی، محمد عبد العزیز، النبراس، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س،ن ص353

[15] : البخاری، محمد بن اسمٰعیل الصحیح البخاری مکتبہ الطاف اینڈ سنز کراچی، 1429ھ، 2008 کتاب الصلوۃ باب فضل استقبال القبلۃ 1/117۔ حدیث نمبر391

[16] : حوالہ سابقہ حدیث نمبر392 (محولہ بالا)

[17] السجستانی،امام سلیمان بن اشعث ابو داوٗد،سنن ابی داود ، کتاب الجهاد باب فی الغزو مع ائمة الجور،مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع الریاض 1998-1419ھ 3/9 حدیث نمبر2532

[18] : القاری علی بن سلطان، منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، دار البشائر الاسلامیۃ، 1419/1998 ص429

[19] : شرح المقاصد، 5/228 (حوالہ سابقہ)

[20] : ابن عمر عابدین، محمد امین عابدین، منحۃ علی الخالق علی البحر الرائق، دار الکتب العلمیۃ، لبنان، 1997/1417ھ، 1/613

[21] : ابو حنیفہ، نعمان بن ثابت، کتاب الفقہ الاکبر، دار الکتب العربیۃ الکبریٰ۔ مصر، س،ن ص63

[22] : الذہبی، شمس الدین محمد بن عثمان، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، 1409/1988 ج15ص88

[23] : ابن تیمیہ، کتاب الایمان، المکتب الاسلامی، 1416/1996 ص237

[24] : ابن نجیم المصری،زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،دار الکتب العلمیہ بیروت 1997-1418ھ 5/210

[25] : ابن نجیم المصری،زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف، الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، دار الکتب العلمیۃ بیروت 1419/1999 ص159